Al-Azhār

Volume 8, Issue 1 (Jan-June, 2022)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/18

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/332

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v8i01.332

Title Customary Forms of the Turban in the Market and Their Legal Status

Author (s): Dr. Haroon Ur Rashid ,Dr. Muhammad Noman, and Mr. Muhammad Ali Shaikh

Received on: 26 June, 2021

Accepted on: 27 May, 2022

Published on: 25 June, 2022

Citation: Dr. Haroon Ur Rashid ,Dr. Muhammad Noman, and Mr. Muhammad Ali Shaikh, "Construction: Customary Forms of the Turban in the Market and Their Legal Status," Al-Azhār: 8 no, 1 (2022): 104-112

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

مارکیٹ میں پگڑی کی مروجہ صورتیں اور اُن کی شرعی حیثیت

Customary Forms of the Turban in the Market and Their Legal Status

*ڈاکٹر ہارون الرشید

**ڈاکٹر محمد نعمان

***محمد علی شیخ

Abstract

After the creation of the human beings ALLAH has assigned them some duties. It is incumbent upon the man to abide by these duties. Man is bound to ALLAH both in worship and public dealings. But with the passage of time mutual dealings are being molded into strange and new forms. The Islamic Scholars are trying their best to find a solution to these challenges. In this regard there is an issue over the use of turban too. What is a turban? What can be its different forms? What do the Islamic scholars argue about it? It has been elaborated in the upcoming article.

Keywords: Definition of Advance, Different common forms of Advance, Property rights "and" possession rights, Buying and selling rights.

*لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ ومذہبی امور، یونیورسٹی آف مالاکنڈ، چکدرہ

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربیہ، یونیورسٹی آف سوات

***لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، شیخ ایاز یونیورسٹی، شکارپور

تعارف:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو پیدا کر کے اس کے ذمے کچھ فرائض کی ادائیگی رکھی ہے۔ ان فرائض کی بجاآوری کرنا انسان پر لازم ہے۔ ایک انسان کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے عبادات کا مکلف بنایا ہے، اسی طرح معاملات کا بھی مکلف بنایا ہے۔ لیکن دنیا جس طریقے سے آگے جا رہی ہے تو معاملات کی نئی نئی شکلیں وجود میں آرہی ہیں۔ جن کو فقہاء امت اور سکالر حل کر رہے ہیں۔ معاملات کی ان نئی شکلوں میں ایک پگڑی بھی ہے۔ پگڑی کسے کہتے ہیں؟ اس کی صورتیں کون کون سی ہیں؟ فقہاء امت اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس کا حکم کیا ہے؟ اس آنے والے آرٹیکل میں مذکورہ سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کی سعی کی گئی ہے۔

پگڑی کی تعریف:

مالک مکان یا دوکان جب کسی کرایہ دار کو اپنا مکان یا دوکان کرایہ پر دیتا ہے۔ تو وہ ایک معینہ رقم پیشگی وصول کرتا ہے۔ جو نہ تو کرایہ کا حصہ ہوتا ہے، نہ کوئی امانت ہوتی ہے اور نہ زرِ ضمانت، بلکہ یہ اس لئے وصول کی جاتی ہے کہ مالک اس رقم کے بدلے کرایہ دار کو حق قرار اور حق قبضہ دیتا ہے[1]۔ گویا یہ رقم اس لئے دی جاتی ہے کہ مالک اپنی مرضی سے کرایہ دار کو مکان یا دوکان سے بے دخل نہیں کر سکتا اور اگر بے دخل کرنا چاہے تو اس رقم کو واپس کیا جاتا ہے۔ پگڑی کا مسئلہ مالک مکان یا دوکان اور کرایہ دار دونوں کے لئے ایک ضرورت بن گئی ہے، کرایہ داری سے متعلق موجودہ قانون کچھ اس طرح کا ہے کہ اصل مالک کے لئے ایک دفعہ مکان یا دوکان کرایہ پر دینے کے بعد دوبارہ اِس کو حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ دوسری طرف کرایہ دار کے لئے بھی کچھ مسائل اور دقتیں ہیں۔ کہ اگر بیک وقت کرایہ داروں کو اپنا مکان یا دوکان اُٹھا لینے کا حکم دیا جائے تو معاشی اعتبار سے اِن کے لئے ضرر شدید اور ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہے، اِن حالات میں پگڑی کی رقم کے ذریعے مالک مکان پر کرایہ دار کے ناقابل واپسی قبضہ کا عوض وصول کرلیتا ہے اور کرایہ دار اس ممکنہ ناگہانی نقصان سے تحفظ کرلیتا ہے۔ اس طرح پگڑی کا یہ رواج دراصل دوطرفہ ضرورت کی تکمیل ہے۔

پگڑی کی مختلف مروجہ صورتیں:

1. مالک "پگڑی" کے بجائے پیشگی نام سے ایک رقم کرایہ دار سے اِس شرط کے ساتھ حاصل کرتا ہے کہ جب کرایہ دار مکان واپس کرے گا تو یہ رقم بھی اس کو واپس کردی جائے گی۔
2. مالک ابتداء معاملہ کے وقت ہی کرایہ دار سے پگڑی حاصل کرتا ہے۔

3. کرایہ دار جس نے خود پگڑی دے کر مکان حاصل کیا ہے دوسرے کرایہ دار سے مکان دے کر پگڑی وصول کرتا ہے، اسی طرح اگر مالکِ مکان یا دوکان، مکان یا دوکان کو واپس کرے تو اس سے بھی پگڑی کی رقم لیتا ہے۔

4. کرایہ دار نے خود پگڑی دیئے بغیر مالک سے مکان یا دوکان حاصل کی ہے، مگر وہ کسی اور کو پگڑی لے کر مکان یا دوکان کو حوالہ کرتا ہے یا خود مالک مکان ہی سے پگڑی کی رقم لے کر اس کو مکان یا دوکان دیتا ہے[2]

پہلی صورت یعنی زرِ ضمانت کی رقم حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں اور اس رقم کی حیثیت قرض کی ہے، قرض مانگنے کی صورت میں دو باتیں حل طلب ہیں: اول یہ کہ قرض میں تاجیل نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے، جب کہ زیر بحث مسئلہ میں فریقین "اجل" کے پابند ہوتے ہیں اور مالک مکان یا دوکان کرایہ دار سے قرض کو مشروط کرتا ہے۔ اِن کا حل اس طرح ہے کہ قرض میں تاجیل اگرچہ احناف کے ہاں معتبر نہیں:

" وَلَایَثْبُتُ الْأَجَلُ فِي الْقُرُوضِ عِنْدَنا[3] "

" ہمارے نزدیک قرض میں تاجیل نہیں ہے"

تاہم امام شافعیؒ کے نزدیک تاجیل کا اعتبار ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک نہ صرف اس کا اعتبار ہے بلکہ قرض میں تاجیل واجب ہے[4] ۔ سلف میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، عطاءؒ اور عمرو بن دینارؒ جیسے بلند پایہ اہل علم بھی تاجیل کو دُرست مانتے ہیں[5] اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ احنافؒ کے نزدیک قرض میں تاجیل درست نہ ہونا قواعد فقہیہ سے مستنبط ہے، کسی نص صریح سے نہیں جبکہ آیت مداینت:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلاَ يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا [6]"

بظاہر جمہور کی تائید میں ہے اور تمام دیون بشمول قرض میں تاجیل معتبر ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ پس ہمارے زمانے کے تعامل کو سامنے رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں جمہور کی رائے کو قبول کر لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

البتہ اجارہ جس شرط فاسد کی وجہ سے فاسد ہوتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ:

I. اس میں عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے منفعت ہو۔

II. شرط ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے آئندہ نزاع پیدا ہو جانے کا قوی امکان ہو۔

III. وہ شرط رواج کا درجہ اختیار نہ کر چکی ہو، چنانچہ بحر الرائق میں اس کی صراحت موجود ہے[7]۔

زیر بحث مسئلہ میں قرض کی شرط مفضی الی النزاع نہیں ہے۔ یہ بات تجربات اور مشاہدات سے ثابت ہے اور اب اس شرط نے رواج کا بھی درجہ حاصل کر لیا ہے، اس لئے اس شرط کو شرط فاسد کے درجہ میں رکھنا صحیح نہ ہو گا۔ دل کے اطمینان اور وثوق کے لئے فقہاء کے عام اصول و قواعد سے گریز کرنا اور ایک انسانی ضرورت سمجھ کر اس میں گنجائش پیدا کرنا خلافِ اصل بات نہیں، اسی لئے استحساناً فقہاء نے کسی تیسرے معتبر شخص کے پاس اطمینان کے لئے "مال رہن" رکھنے کی اجازت دی ہے جب کہ اصول یہ ہے کہ راہن (مقروض) مرتہن (صاحب دَین) کے پاس مال رہن رکھے کہ رہن کا معاملہ انہی دونوں حضرات کے درمیان ہے کسی اور کے پاس "مال رہن" کا رکھا جانا درست نہیں ہونا چاہیئے۔ مبسوط میں ہے:

" وكان هذا نوع استحسان منا لحاجة الناس إليه ولكونه أرفق بهم فالراهن لا يأتمن المرتهن على عين ماله وعند ذلك طريق طمأنينة القلب لكل واحد منهما الوضع على يد عدل[8] "

اور یہ ہمارے نزدیک ایک قسم کا استحسان ہے لوگوں کی حاجت کی وجہ سے اور یہ لوگوں کے لئے مفید ہے پس راہن کا مال مرتہن کے ہاں امانت نہیں ہو گا اور یہ اطمینان قلب کے لئے رکھا جائے گا اور ہر ایک کے لئے جائز ہے کہ اِس کو عادل کے ہاتھ میں رکھے۔

دوسری صورت یعنی مالک مکان کا ابتداء معاملہ میں پگڑی لینا اصل مالک مکان کا کرایہ دار سے بطور پگڑی کچھ رقم لینا تو بہر حال درست ہو گا اور سمجھا جائے گا کہ کچھ حصہ اس نے یک مشت اور تعجیلاً وصول کر رہا ہے اور کچھ حصہ بالاقساط اور تدریجاً وصول کر رہا ہے، فقہاء کے یہاں اس کی نظیر بھی موجود ہے، علامہ شامیؒ نے پگڑی ہی کی ایک صورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"نعم جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأْجر الدكان بالأجرة اليسيرة يدفع للناظر دراهم تسمى خدمة هي فِي الحقيقة تكملة أجرة المثل أو دونها وكذا إذا مات صاحب الخلو أو نزل عن خلوه لغيره يأْخذ الناظر من الوارث أو المنزول له دراهم تسمى تصديقا فهذا تحسب من الأجرة أيضا[9] "

"ہاں! یہ طریقہ جاری ہے کہ صاحب خلو جب دکان معمولی کرایہ پر لیتا ہے تو ناظر او قاف کو کچھ درہم مزید دیتا ہے، جس کو خدمت کہا جاتا ہے، یہ دراصل اجرت مثل کا تکملہ ہے اور جب صاحب خلو کا انتقال ہو جائے وہ کسی اور کے حق میں خلو سے دستبردار ہو جائے تو اس کے

وارث سے یا اس شخص سے جس کے حق میں خلو سے دستبردار ہوا ہے، چند درہم لیتا ہے، جس کو تصدیق کہا جاتا ہے، اِس کا شمار بھی کرایہ ہی میں ہو گا۔"

پگڑی کی تیسری اور چوتھی صورت کے احکام کی تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان امور کو پہچانا جائے۔

1. "حق ملکیت" اور "حق قبضہ" دونوں کے درمیان کیا نسبت ہے؟
2. حقوق کی خرید و فروخت درست ہے یا نہیں؟ اور اگر بعض حقوق قابلِ خرید و فروخت ہیں تو آیا "حق خلو" یعنی "حق قبضہ" بھی من جملہ ان حقوق کے ہے کہ نہیں؟

"حق ملکیت" اور "حق قبضہ":

سب سے پہلے حق کی وضاحت ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کے ذخیرے میں دیکھا جائے تو لفظ حق بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر درجہ ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام، قرآن پاک، موت، اسلام، سچائی، مال، وہ امر جس کا تقاضا کیا جاتا ہے[10]۔

اور اصطلاح میں:

"الحق هو اختصاص يقرر به الشرع سلطة وتكليفاً [11]"

"حق شریعت کی مقرر کردہ وہ خصوصیت ہے جس کی رو سے کسی کو اختیار حاصل ہوتا ہے یا اس کے اُوپر کوئی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔"

حق ملکیت اور حق قبضہ کے حقوق دو مستقل حقوق ہیں، مگر اصل میں جس کو کسی شئ پر ملکیت حاصل ہو وہی اس پر قبضہ کا بھی مالک ہے، مگر شریعت میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں کہ ملکیت ایک شئ پر کسی اور کی ہے اور قبضہ اور انتفاع کا حق کسی اور کو۔ جیسے: عاریت پر لینے والے اور کرایہ دار کا سامان عاریت سے انتفاع حاصل کرنا[12]، مرتہن کا سامان رہن کو اپنے قبضہ میں رکھنا، حالانکہ ان میں ملکیت مالک کی ہوتی ہے [13]۔ یہ تو عارضی طور پر حق قبضہ سے محرومی کی مثالیں ہیں۔ مستقل طور پر قبضہ اور انتفاع کے حق سے محرومی کی مثالیں بھی ملتی ہیں جیسے: وہ غلام جسے ایک شخص کی ملکیت اور دوسرے شخص کی خدمت کے لئے کسی نے وصیت کر رکھا ہو[14]۔

حقوق کی خرید و فروخت:

حقوق مال کے قبیلے سے ہیں یا نہیں؟ ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک حقوق اور منافع کا شمار بھی مال میں ہے، احناف کے نزدیک مال ہونے کے لئے اس شئ کا مادی وجود (عین) ضروری ہے[15]۔ غرض شوافع کے نزدیک چونکہ منافع

بھی مال ہے، اسی لئے اجارہ جس میں منافع کا مالک بنایا جاتا ہے، گویا وہ بیع ہی کی ایک قسم ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ بیع میں اعیان کو فروخت کیا جاتا ہے اور اجارہ میں مال کے منافع کو پس احناف اور جمہور کے درمیان بنیادی اختلاف مال کی تعریف میں ہے، احناف کے نزدیک مال وہ مادی اشیاء ہیں جن کا ذخیرہ کیا جانا ممکن ہو:

" والمال ما يمكن إحرازه[16] "

جب کہ شوافع اور جمہور کے نزدیک جو کچھ بھی انسانی مصلحت کے لئے پیدا کیا گیا ہے:

" المال اسم لما غيرنا مخلوق لمصالحنا[17] "

لیکن احناف کے نزدیک بھی یہ مسئلہ متفق علیہ نہیں بلکہ بعض ایسی جزئیات بھی مل جاتی ہیں جن میں حقوق کو مال کا درجہ دیا گیا ہے، مثلاً راستہ فروخت کر دینا جائز ہے اور اس پر اتفاق ہے اور ایک قول کے مطابق راستہ سے گذرنے کا حق بیچنا بھی جائز ہے:

" وإن كان الثاني ففي بيع حق المرور روايتان[18] "

یہ حق کو مال تسلیم کرنے کی بہترین مثال ہے۔

اسی طرح بعض مواقع پر منافع کو بھی مال تسلیم کیا گیا ہے، چنانچہ احناف کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ مال متقوم ہی مہر بن سکتا ہے، جو چیز مال نہ ہو وہ مہر نہیں بن سکتی:

"أن يكون المسمى مالا متقوما[19]"

لیکن مکان میں سکونت اور جانور پر سواری کو بھی مہر قرار دینے کو صحیح مانا گیا ہے بلکہ امام محمدؒ کے نزدیک خدمت بھی مال ہے [20] اب ظاہر ہے کہ خدمت اعیان میں سے نہیں ہے بلکہ منافع یا حقوق ہی کی قبیل سے ہے۔مال کی جو تعریف کی گئی ہے وہ نہ نصوص شرعیہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اور نہ صاحب مذہب کی صراحت، اس لیے فقہ حنفی کی عام متون میں حقوق مجردہ کی بیع کو منع کیا گیا ہے لیکن فقہائے احناف میں بھی متاخرین نے اس باب میں توسع کی راہ اختیار کی ہے، چنانچہ فقہاء نے صاحب وظیفہ سے کچھ لے کر حق وظیفہ سے اس کے حق میں سبکدوشی کو عرف کی بنیاد پر جائز سمجھا ہے [21]۔ علامہ شامیؒ کا حقوق مجردہ کی بیع اور اس کے عوض کے سلسلہ میں عدمِ جواز کی طرف میلان ہے۔ تاہم بعض اہل علم نے اسے درست قرار دیا ہے، اس کا ان کو بھی اعتراف ہے اس لئے انہوں نے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے نظائر میں تعارض ہے اور بہت کچھ بحث کی گنجائش ہے۔

"بالجملة فالمسألة ظنية والنظائر المتشابهة للبحث فيها مجال[22]"

خلاصہ یہ ہے کہ مال کی حقیقت ہر زمانہ کے عرف پر موقوف ہے، کسی زمانہ میں منافع کی خرید وفروخت شروع ہوجائے تواب اعیان کی طرح یہ چیزیں بھی مال کے زمرہ میں شمار ہونگی، اوراس کے خرید وفروخت کی گنجائش ہوگی۔

پس تیسری اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ حق خلو اور حق قبضہ ایک مستقل حق ہے اور اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔ مالک مکان یا دوکان کرایہ دار سے پگڑی کے ذریعہ حق قبضہ فروخت کر دیتا ہے تو اب کرایہ دار اس کا مالک ہو جاتا ہے، وہ جس سے چاہے اس کو فروخت کر دے، چاہے خود مالک سے یا کسی اور سے اِس کے ساتھ ماہانہ کرایہ قبضہ کے ساتھ ساتھ اس مکان سے انتفاع کا عوض ہے جس کا مالکِ مکان بحیثیت مالک حقدار ہے۔ جن صورتوں میں کرایہ دار نے اصل مالک کو پگڑی ادا نہیں کی ہے ان میں وہ صرف انتفاع کا حق رکھتا ہے حق قبضہ کا نہیں۔

نتائج البحث:

1. مالک مکان زر ضمانت کے نام سے کرایہ دار سے جو پیشگی رقم وصول کرتا ہے بہتر ہے کہ اس کو بعینہ محفوظ رکھا جائے، اگر مالک اس کو خرچ کر دے تو وہ اس بات کا ضامن ہو گا کہ کرایہ داری کی مدت ختم ہوتے ہیں وہ رقم کرایہ دار کو فوراً واپس کر دے۔
2. اگر کوئی مکان یا دوکان کرایہ پر دی جائے اور مالک مکان مروجہ پگڑی کے نام پر اصل ماہوار کرایہ کے علاوہ بھی نقدر قم کرایہ دار سے وصول کرے تو سمجھا جائے گا کہ مالک مکان نے بحیثیت مالک اپنے مکان کو کرایہ دار سے واپس لینے کے حق سے دست برداری کا عوض وصول کرلیا ہے۔ یہ رقم اس کے لئے اس حق کے عوض ہونے کی بنیاد پر جائز ہوگی۔ آئندہ اگر مالک مکان کرایہ دار سے مکان واپس لینا چاہے تو کرایہ دار کو اس کا حق ہو گا کہ وہ مکان خالی کرنے کے عوض جس پر ہر دو فریق راضی ہوجائیں مالک مکان سے وصول کرلے، اور اسی طرح کرایہ دار دوسرے کرایہ دار کے حق میں باہمی طے شدہ رقم کے عوض اپنے اس حق سے جو اس نے اصل مالک سے عوض دے کر حاصل کیا تھا دست بردار ہو سکتا ہے۔
3. مالک مکان نے پگڑی لئے بغیر مکان کرایہ پر دیا اور اجارہ کی مدت مقرر نہیں کی گئی ہو تو اس صورت میں مالک مکان کو حق ہو گا کہ جب چاہے مکان خالی کرالے۔ البتہ مالک مکان کو چاہئے کہ خالی کرانے کا نوٹس اور خالی کرنے کی تاریخ کے درمیان ایسی مہلت دے جو مقامی حالت کے پیشِ نظر مناسب ہو اور کرایہ دار کو کوئی خاص ضرر لاحق نہ ہو، اور کرایہ دار کو چاہئے کہ اس مناسب مہلت میں مکان خالی کر دے۔

4. جو مکان یا دوکان بغیر پگڑی لئے کرایہ پر دی گئی ہو، مالک مکان کو مکان واپس کرتے وقت کرایہ دار کے لئے اس سے پگڑی طلب کرنا جائز نہ ہو گا۔

5. شریعت چاہتی ہے کہ کسی بھی معاہدہ کے بارے میں معاہدہ کے ہر دو فریق تمام ضروری متعلقہ امور کو وضاحت اور صراحت کے ساتھ باہم طے کرلیں تا کہ آئندہ کوئی نزاع پیدا نہ ہو اور فریقین ضرر سے محفوظ رہیں۔ اس سلسلے میں کرایہ داری کا معاملہ طے کرتے وقت بھی مدت کا تعین کر لیا جائے اور اگر مالک مکان عوض لے کر ہمیشہ کے لئے اپنے مکان خالی کرانے کے حق سے دست بردار ہونا چاہتا ہے تو فریقین صراحۃً آپس میں اس کو طے کرلیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، زمزم پبلشرز، کراچی، 2010ء، ج2، ص303
Khālid Sayfullāh Raḥmānī, Qāmūs al Fiqh, (Nāshir: Zamzam publishers, Karachi, 2010ac), Vol:2, P:303

2 قاموس الفقہ، ج2، ص304
Qāmūs al Fiqh, Vol:2, P:304

3 فتاویٰ، ہندیہ، دار لفکر، بیروت، 1310ھ، ج5، ص368
Fatāwa Hindiya, (Nāshir: Dār al Fikr, Beirūt, 1310ah), Vol: 5, P:368

4 تھانوی، ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ج14، ص524
Thānawī, Ẓafar Aḥmad ʹUshmānī, Iʹlā, al Sunan, (Nāshir: Idārah al Qurān wal ʹUlūm al Islāmiyyah, Karachi), Vol:14, P:524

5 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالمعرفہ، بیروت لبنان، 1379ء، ج5، ص66
Ibn Ḥajar ’Asqalānī, Aḥmad bin ’Alī, Fatḥ al Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al Bukhārī, (Nāshir: Dār al Ma’rifah, Beirūt Labnān, 1379ah), Vol:5, P:66

6 سورۃ البقرہ:282
Sūrah al Baqarah: 282

7 ابن نُجیم، زین العابدین بن ابراہیم، بحر الرائق، دار لکتاب الاسلامی، قاہرہ مصر 1408ھ/1988ء، ج8، ص19
Ibn Najīm, Zayn al ʹābidīn bin Ibrāhīm, Baḥar al Rā’iq, (Nāshir: Dār al Kitāb al Islamī, Caira, Egypt 1408ah), Vol:8, P:19

8 سرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دارالمعرفہ، بیروت لبنان، 1993ء، ج21، ص78
Sarakhsī, my bin Aḥmad, Al Mabsūṭ, (Nāshir: Dār al Maʹrifah, Beirūt Labnān, 1993ac), Vol:21, P:78

9 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت لبنان، 1992ء، ج4، ص523
Ibn Ābidīn, Muḥammad Amīn bin Umar, Rad al Muḥtār ’Alā al Dur al Mukḥtār, (Nāshir: Dār al Fikr, Beirūt, Labnān, 1992ac), Vol:4, P:523

10 ابو نصر، اسماعیل بن حماد جوہری، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ، دار العلم للملایین، بیروت، 1987ء، لفظ حق کے ذیل میں۔

Abū Naṣar, Ismāʹīl bin Ḥammād Jawharī, Al Ṣiḥāḥ Tāj al Lughah wa Ṣiḥāḥ al ʹArabiyyah, (Nāshir: Dār al ʹIlam lil Malā,iīn, Beirūt, 1987ac), Lafẓ e Ḥaq ky Dhail Main.

11 علامہ مصطفیٰ احمد زرقاء، المدخل الفقہی العام، دارالقلم، دمشق، 1998ء، ج3، ص10

ʹAllāmah Muṣṭfā Aḥmad Zurqā, Al Madkhal al Fiqhī al ʹām, (Nāshir: qa, Dimashaq, 1998ac), Vol:3, P:10

12 بدرالدین، ابو محمد محمود بن احمد، البنایہ شرح الہدایہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000ء، ج10، ص139

Badr al Dīn, Abū Muḥmmad bin Aḥmad, Al Bināyah Sharḥ al Hidāyah, (Nāshir: Dār al Kutub al ʻIlmiyyah, Beirūt, 2000ac), Vol:10, P:139

13 البنایہ، ج12، ص470

Al Bināyah, Vol:12, P:470

14 البنایہ، ج13، ص482

Al Bināyah, Vol:13, P:482

15 دبوسی، ابوزید عبید اللہ عمر بن عیسیٰ، تاسیس النظر، دار ابن زیدون، بیروت لبنان، ص66

Dabūsī, Abū Zayd Ubaydullāh Umar bin ʹīsā, TuṢīs al Na Ẓar, (Nāshir: Dār Ibn Zaydūn, Beirūt Labnān), P:66

16 البنایہ، ج8، ص168

Al Bināyah, Vol:8, P:168

17 ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دار الفکر، بیروت لبنان، 2010ء، ج8، ص327

Ibn Hummām, Kamāl al Dīn Muḥmmad bin ʹAbd al Wāḥid, Fatḥal Qadīr, (Nāshir: Dār al Fikr, Beirūt Labnān, 2010ac), Vol:8, P:327

18 البنایہ، ج8، ص170

Al Bināyah, Vol:8, P:170

19 علاءالدین، ابو بکر بن مسعود کاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، 1986ء، ج2، ص277

ʼAlā al Dīn, Abū Bakr bin Masūd Kāsānī, Badā,iʻ al Ṣanā,iʻ, (Nāshir: Dār al Kutub al ʻIlmiyyah, 1986ac), Vol:2, P:277

20 البنایہ، ج5، ص15

Al Bināyah, Vol:5, P:15

21 ابن نُجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، 1999ء، ص104

Ibn Najīm, Zayn al Dīn bin Ibrāhīm, Al Ashbāh wal Naẓāʻir, (Nāshir: Dār al Kutub al ʻIlmiyyah, Beirūt Labnān, 1999ac), P:104

22 ردالمحتار علی الدر المختار، ج4، ص520

Rad al Muḥtār ʼAlā al Dur al Mukḥtār, Vol: 4, P:520